شاکر شجاع آبادی کی غزل میں لفظی محاسن ومعائب

The Qualities of Poetic Glory in Shakir Sujaabadi'Ghazal

Hamida Kousar
Department of Saraiki, GCC (W) Rahim Yar Khan
Email: hamidakausar2781@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-8557-7487

Dr. Ayaz Ahmad Rind
Visiting Lecturer Saraiki GU, DGK
Email: ayazahmadayaz00@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0003-3849-8345

Dr.Waseem Abbas Gul
Lecturer Urdu GU, DGK
Email: waseemabbasgul786@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-2642-1810

ABSTRACT:

The contents of any speech make poetry beautiful, attractive and balanced. Famous contents of speech are include irony, smile, metaphor, allusion and alliteration. The renowned present days poet Shakir Shuja Abadi has used all these in his poetry. This is the reason his poetry has become so famous and impressive. Sahkir's poetry is enriched with other poetical devices such as personification, diminution, use of pure form and manifestation of universal truth along with figures of speech The use of every day proverb and idiom in the odes of Shakir Shuja Abadi is very common, which made the odes of Shakir renowned. That's why the odes of poet can be compared to any other sub time odes of the day

Keywords: *Shakir, Poetry, Qualities, Ghazal, Nature, Beauty*

تعارف موضوع

کسی شاعرانہ کلام میں دو طرح کی خاصیتیں موجود ہوتی ہیں، معنوی خاصیتیں اور لفظی خاصیتیں، معنوی خاصیتیں کلام کے فکر و خیال کو واضح کرتی ہیں اور لفظی خاصیتیں کلام کی لفظی خوبیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لفظی خوبیوں میں تشبیہ، استعارہ، تلمیح، تکرار لفظی، بیان کی سادگی وسلاست اور روانی شامل ہیں۔

ماہرین انہیں علم بیان اور علم بدیع میں تقسیم کرتے ہیں۔ علم بیان ایسے قاعدوں اور ضابطوں کا مجموعہ ہے جنہیں جاننے کے بعد ہم اپنی بات کو منفرد اور مختلف انداز اور طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ تاکہ ایک طریقہ دوسرے سے زیادہ واضح اور مؤثر ہو۔ اسکا اہم مقصد کلام کی تفہیم کو آسان کرنا ہے اور کلام میں خوبصورتی پیدا کرنا ہے۔ علم بیان میں تشبیہ استعارہ، مجاز مرسّل اور کنایہ شامل ہیں۔ پروفیسر محمد حیات خان سیال کی مرتبہ کتاب ''نقد و ادب'' میں اسکی اہمیت

یوں بیان ہوئی ہے۔ ''علم بیان کے قاعدے جاننے سے تقریر اور تحریر کو مؤثر بنایا جا سکتا ہے'' اور اسی طرح کسی کلام میں دلکشی اور رنگینی پیدا کرنے کے لیے مختلف مہارتوں کے استعمال کو علم بدیع کہتے ہیں جس کے لئے بدائع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو کہ انوکھی اور نادر چیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ علم بدیع کے بارے کہا گیا ہے: ''علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے کلام کی خوبیوں پر بحث ہوتی ہے''([1])۔

بدیع یا صنائع و بدائع ادب کی ہر صنف میں اثر انگیزی اور خوبصورتی کے لیے جزو لازم ہے۔ خاص طور پر شاعری میں اسکا متوازن اور موزوں ہونا بہت اہمیت کا حامل ہے۔

موضوع پر بحث

صفتیں کلام کے لیے زیور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کلام میں کوئی ایسی لازمی بات جو مطلب ادا کرنے کے لیے تو ضروری نا ہو پر کلام میں حسن کے لیے فائدہ مند ہو وہ صفت کہلاتی ہے'' کلام میں تزئین کے لیے استعمال ہونیوالی صفتوں میں صنعتِ تضاد، صنعتِ تکرار، صنعت مراۃ النظری، حسن تعلیل صنعت تلمیح اور صنعت وغیرہ شامل ہیں۔ مگر کچھ صنعتوں کا کلام کے حسن میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ جیسے صنعتیں خطی، صنعت فشاری، صنعت صیاق الاعداد وغیرہ''۔([2])

غزل دیگر شعری اصناف کے مقابلے میں سادہ اور آسان ہوتی ہے اس کے ہر شعر میں ایک نئی بات اور نئی دنیا آباد ہوتی ہے جو اگلے شعر سے مختلف ہوتی ہے۔ کیوں کہ باقی اصناف میں ایک ہی خیال کا تسلسل ہو سکتا ہے مگر غزل کی خوبصورتی ایسی ہے کہ اسکا ہر شعر ایک مکمل اور مختلف موضوع پر مشتمل ہوتا ہے تاکہ وہ مکمل اکائی نظر آئے جیسے ڈاکٹر گل عباس اعوان لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''غزل کی خوبصورتی کا سب سے بڑا سبب اسکے ہر شعر کا معنوی استعمال سے ایک مکمل اکائی ہونا ہے''۔([3])

اس چیز کی وضاحت ڈاکٹر وزیر آغا کے ان الفاظ سے بھی کی جا سکتی ہے۔

''غزل کا ہر شعر اپنی جگہ پر گویا گشتالٹ (Gastalt) ہے ایک ایسی مکمل اکائی جو کم سے کم الفاظ میں پورا رخ پیش کر دیتی ہے''۔([4])

اس صورت حال میں صنائع و بدائع کا مناسب اور متوازن استعمال غزل کو انفرادیت عطا کرتا ہے اور حسین اور دلکش بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر گل عباس کا کہنا ہے:

ترجمہ: ''غزل میں صنائع و بدائع کا متوازن استعمال اس کو حسین اور دلکش بنا دیتا ہے''۔([5])

اب یہ شاعر پہ منحصر ہے کہ وہ کتنی مہارت اور خوبصورتی سے تشبیہ ،استعارہ، تلمیح اور دیگر کو استعمال کر کے اپنے کلام کو پُر اثر اور من پسند بناتا ہے کہ کلام مقبول عام بھی ہو، اور ابدیت کا حامل بھی، دوسری صورت میں ان کا بے جاء اور غیر ضروری استعمال کلام پر بوجھ بن جاتا ہے، پروفیسر محمد حیات خان سیال لکھتے ہیں :

''صنعتوں کے استعمال کے لیے ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے، صنعت بذات خود کلام کا مقصد نہیں ہوتیں۔ ان کے استعمال کی غرض کلام کی تزئین ہے۔ اس کے لیے انکے استعمال میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ صنعت کے ذریعے کلام میں حقیقتاً حسن پیدا ہو'' (6)۔

شاکر شجاع آبادی سرائیکی زبان کے اہم غزل گو شاعر ہیں۔ ان کا کلام مقبول عام اور پُر اثر بھی ہے۔ ایک کامیاب شاعر کی طرح شاکر نے اپنی غزل کو تشبیہ ،استعارہ، تلمیح، تکرار لفظی، صنعت تضاد، صنعت تعلیل، روز مرہ، محاورہ اور ضرب المثل سے سجایا ہے۔ بیان کے اس منفرد استعمال نے انہیں شعراء کی صف میں منفرد مقام عطا کیا ہے۔ ہم شاکر شجاع آبادی کی غزل کے لفظی محاسن و معائب کی جانچ کریں گے۔ شاکر شجاع آبادی نے اپنی غزل میں صنعت تضاد کا استعمال کیا ہے جو کہ بر محل اور لاجواب ہے۔ مثال کے طور پر ان کی غزل کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں :

حسین چہرے ضعیف ڈِسدن
تے کوجھے منہ تے شباب ڈِیہداں (7)

حسین، کوجھے، ضعیف، شباب، جیسے الفاظ کا استعمال صنعت تضاد ہے اور اسی طرح ان کے درج ذیل شعر میں نفرت اور محبت جیسے الفاظ بھی صنعت تضاد کی خوبصورت مثال ہے جیسے :

مسیتاں تے اج کل ہے نفرت دا قبضہ
نماز محبت ادا کیا کریجے (8)

تکرار لفظی کا مناسب استعمال کلام میں موسیقیت پیدا کرتا ہے۔ شاکر نے تکرار لفظی کے ذریعے اپنی غزل کو موسیقیت عطا کی ہے۔ یہ استعمال اتنا مناسب ہے کہ غزل پہ بوجھ نہیں لگتا مثلاً ہولے ہولے، کِھلدیں کِھلدیں، خوامخواہ، ٹھر ٹھر، کھل کھل کا استعمال اشعار کو موسیقیت کو بام عروج عطا کرتا ہے جیسے :

یوے جو نال میڈے چن کھل کھل کڈانہہ کڈانہہ
آندی ہے دل دی روہی تے ساول کڈانہہ کڈانہہ (9)
گیوں کیویں قاصد ولیوں کیڑھے حالوں
نیڑے نیڑے آہہ ڈے حال ہولے ہولے (10)

تلمیح کا برتاؤ شاعری میں تاریخ کے ادراک کی نشاندہی کرتا ہے۔ایک قادر الکلام اور بڑا شاعر ہی اس کو بخوبی استعمال کرتا ہے۔تاکہ ماضی کے حوالے سے آج کی بات کو جوڑ کر اپنا ماضی الضمیر بیان کیا جاسکے۔

ہے جے پِ ٹے بدلے ملے ہا یوسف غریب شوداوی گھن گھنے ہا
دعا کرو سارے رل کے شاکر حُسن دی مندی بازار تھیوے(11)

اس شعر میں قصہ یوسفؑ کے حوالے سے بازار مصر میں حضرت یوسفؑ کی بولی لگنے اور بکنے کو شاعر نے آج کی غریبی اور امیری سے جوڑا ہے۔ایک اور مثال دیکھیے۔

چپے چپے کربلا ہے کونے کونے تے یزید
کتنے خیمے جگ تے ویندن روز جل کجھ غور کر(12)

اسی طرح قرآن پاک کی آیات یا انکے کچھ حصوں کو بہت خوبصورتی سے اپنے اشعار کا حصہ بنایا ہے۔

میڈا شاکر ہن کہیں ویلے دل بزدل تھیون پے ویندے
''لاتقنطو''دا لارا لا تے دل دادل بدھوا ہندا اں(13)

مذکورہ بالا شعر میں لف ونشر کا استعمال بھی نظر آتا ہے اور'' دل دادل بدھواون'' کی رعایت لفظی بھی لاجواب ہے اسی طرح ایک اور شعر میں شاعر'' ناں داناں نشان ناہوون''کا استعمال کیا ہے جو اپنی جگہ بے مثال ہے۔

شاکر شجاع آبادی کے تخیل کی بلند پروازی بھی خوب ہے۔دراصل یہ شاعرانہ تعلّی ہے۔یعنی خیال آرائی میں مبالغہ ہے۔انسان کی خواہشات کی کوئی حد بندی نہیں اور نا ان پر کوئی پابندی ہے۔مگر انبیاء اور صحابہ کرامؓ کو اپنی عیادت کرتا دیکھنا اور اپنی سفارش یا شفاعت کی تمنا کرنا واقعی شاعرانہ تعلّی ہے۔یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ماورائیت کی اصطلاح کا استعمال ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''ایسی حقیقت کا بیان جو ہمارے عقل و فہم سے ماوراہو:

عشق دا میکوں اتناچا بیمار کر، جو عیادت کیتے ہر نبی آونجے
میڈی کرن سفارش علیؓ آونجے، آوے پیون دا ڈوڑا مزہ ساقیا۔[14]

تشبیہ کا مناسب استعمال بھی شاعری کی اثر انگیزی کو بڑھاتا ہے شاکر شجاع آبادی نے بھی اپنی شاعری میں کہیں کہیں تشبیہ کا سہارا لیا ہے جس کی مثال اس شعر میں واضح ہے:

میں ہاں ہک اغواء شدہ طیارہ میاں میڈی پرواز شاکر ہے ڈوجھے دے ہتھ
کر سگے کئی امداد میڈی، میکوں خواجہ دے قدمیں اتاریا ونجے(15

اسی طرح شاکر شجاع آبادی کے ایک اور شعر میں تشبیہ کا استعمال ملاحظہ کریں:

شینہہ دا جگرار کھدے ہاسے، ڈکھ وی ڈکھ نالگدا ہا
کنب گیا بزدل و چھوڑے دی بلا کوں ڈیکھ تے۔[16]

شاکر شجاعبادی نے تشبیہ کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری میں استعارے کو بھی استعمال کیا ہے جس کی مثالیں ہمیں ان کی شاعری میں جابجا ملتی ہیں جیسے ان کا یہ شعر:

چپے چپے کربلا ہے، کونے کونے تے یزید
کتنے خیمے جگ تے ویندن روز جل، کجھ غور کر([17])

محاورے زبان و بیان کی خوبصورتی اور چاشنی میں ہمیشہ اہم کردار ادا کرتے ہیں، شوکت مغل اپنی کتاب" بچھیرا"میں ڈاکٹر مہر عبدالحق کی بیان کردہ محاورے کی اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"محاورے نا صرف زبان کو حسن معانی عطا کرتے ہیں بلکہ فہم وادراک میں وسعت پیدا کرتے ہیں"۔([18])

سرائیکی زبان کے جو محاورے شاعر نے استعمال کیئے ہیں ان میں سے دو چار ملاحظہ کیجئے۔ الفوں بے تھیونڑ، ہاں ٹھر ٹھر پالے تھیونڑ، بھاہ مچاونڑ، سرلکاونڑ وغیرہ۔ ایسے ہی ضرب المثل کا استعمال بھی شاکر کی غزل میں اعلیٰ پائے کا ہے۔ جیسے وہ اپنی غزل کے ایک مصرعے میں لکھتے ہیں "کیندی بکری کون پالے ہاں دی ہواڑ"وغیرہ۔

قادر الکلام شاعر اپنے کلام میں ندرت اور جدت پیدا کرنے کے لئے ایک لفظ سے نیا لفظ تخلیق کر لیتے ہیں یا شعری ضرورت اور شعری حسن کی خاطر کمسنی سے اسم مکبر یا اسم معفرّ تخلیق کر لیتے ہیں جو بعض اوقات روزمرہ میں مستعمل نہیں ہوتا۔ شوکت مغل الفاظ کی تصغیر کے مقصد کے متعلق لکھتے ہیں:

"،تصغیر کرنے سے تین پہلو سامنے لانا مقصد ہوتا ہے۔(1) کلام میں خوبصوتی۔(2) بیان میں نفاست۔(3) دل کی اُس حالت کا بیان جس میں گہری محبت ہو۔ ([19])

سرائیکی شاعری میں جن شعراء نے الفاظ واسماء کو تصغیر کر کے استعمال کیا ان میں نمایاں نام خواجہ غلام فرید کا ہے، خواجہ غلام فرید جن الفاظ کو مصغّر کیا ان میں دل سے دلڑی، سانول سے سانولڑے، کلے سے کلھڑی اور رلے سے رلڑی نمایاں ہیں۔ اسی طرح شاکر شجاع آبادی نے بھی یہ تجربہ کیا جس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

ہک چوپہری وی جو ساڈا سہہ نہ سگدا ہا فراق
ہئی طرحاں مُنہ چا کریندے اج اساکوں ڈیکھ کے([20])

سرائیکی میں چار پہر سے چو پہر کے الفاظ نکالے اور استعمال کئے گئے ہیں مگر شاعر نے ان الفاظ کیلئے لفظ ''چوپہری'' برتی ہے جو شعری حسن میں اضافے کے ساتھ ساتھ ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا باعث بھی بنی ہے اس کے ساتھ ساتھ دل سے دلڑی اور دھیلا یا دھیلے کے لفظ سے دھیلی کا استعمال بھی مندرجہ بالا مقصد کو پورا کرتا ہے۔

ذخیرہ الفاظ پر بات ہو تو شاکر شجاع آبادی نے اُن الفاظ کو اپنی غزلوں میں خوب برتا سنبھالا اور محفوظ کیا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ استعمال عام سے نکل رہے تھے اور ہماری زبان اور سماعتوں سے اوجھل ہونے لگے تھے مثلاً'' املک، کُنجھ، بے غنولی، ذری بھوری، کرڑتل کُھنجا، بھبھڑن، وہا، پُرچک، اختہ تھیوݨ، شیت، تھُوک، سُنج سفیلاں وغیرہ۔

الفاظ کے استعمال کی بابت شاعر کا اردو اور انگریزی الفاظ کا استعمال بھی بسا اوقات بہت حسین اور ناگزیر نظر آتا ہے جیسے کہ یہ شعر دیکھیے:

روک ویلے کوں ذرا ہک اے خدا، ڈو چار منٹ

کول میڈے آیا ہیٹھے دلربا، ڈو چار منٹ۔ [21]

پر کہیں کہیں یہ الفاظ اجنبی اور غیر ضروری بھی لگتے ہیں کیوں کہ ان کا معیاری اور بہتر متبادل سرائیکی زبان میں موجود تھا، اس شاعرانہ عِلّت کے متعلق پروفیسر محمد حیات خان رقمطراز ہیں۔

''غریب (غیر مانوس الفاظ و مرکبات کا برتاؤ کلام کا نقص ہے۔ ایسے لفظ جو ترکیب سماعت پر ناگوار اور حافظے پر بار ہو غرابت کہلاتا ہے''۔([22])

شاکر کی غزلوں میں بھی یہ غرابت بارہا نظر آئی ہے ان کے کچھ اشعار میں ''فانوس، شمع، مشین، الیکشن، اپریشن'' وغیرہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے کہ ان کے درج ذیل شعر میں لفظ ''جج کا استعمال دیکھیں۔

عظمت میڈی دا قاتل کیوں چڑھے ہا پھاسی

جج دے گھروں جو پہرا وینداتے ولدارہ گے ([23])

یہاں لفظ جج کا استعمال اجنبی، غیر مانوس اور بھاری لگتا ہے، اس کی بجائے منصف، یا قاضی کا استعمال خوش کن ہے اور یہ الفاظ سرائیکی میں عام استعمال میں بھی ہیں۔

اب یہاں کچھ اور شعری خصائص و روایات کا بھی ذکر ہو جائے تجسیم نگاری شاعرانہ معراج کا اظہار ہے۔ غیر مرئی اور بے جان چیزوں کو جانداروں کی طرح بولتا، باتیں کرتا اور زندہ پیش کر دینا بہت مہارت کی بات ہے اور یہ قاری کی ادب میں دلچسپی بڑھاتی جاتی ہے۔ بے جسم و جان چیزوں اور تصورات آنکھوں کے آگے متحرک ہو جائیں باتیں کریں تو منظر بھی زندہ جاوید ہو کر قاری کے ذہن میں نقش ہو جاتے ہیں اور وہ اِن میں گم ہو جاتا ہے۔ انگریزی اور اردو

ادب میں ان کا استعمال جابجا نظر آتا ہے انگریزی میں Emily Deknison کی نظم Because i could not stop for death. Elizbeth Swel کی نظم New year resoultion اور W.H.Davis کی نظم"Liesure "اسکی مثالیں ہیں۔اپنی نظم میں"موت" کو، Elizabith Sewel "خاموشی" کو" W.H.Davis خوبصورتی" کو زندہ انسان کی طرح کھاتا پیتا ناچتا گاتا دکھاتا ہے۔

اردو نثر میں مُلا وجہی نے"سب رس" اور محمد حسین آزاد نے نیرنگ خیال، میں مُجرد اور غیر مرئی تصورات کو تجسیم عطا کی ہے جیسے عقل، علم اور عشق وغیرہ اردو شاعری میں تجسیم نگاری میں ن، م راشد، میرا جی، اختر شیرانی، (برسات) فیض احمد فیض (دشت تنہائی) علامہ اقبال مجید امجد (طلوع فرض) ناصر کاظمی کے نام قابل ذکر ہیں۔اسی طرح سرائیکی شاعری میں حسن رضا گردیزی کا نام تجسیم نگاری اور منظر نگاری کے لیے معروف ہے ان کے مجموعے دھاپے دھوڑے، کی کئی نظمیں تجسیم نگاری کی شاندار مثالیں ہیں۔شاکر شجاع آبادی کی غزل میں بھی یہ فن خوب استعمال ہوا ہے۔اس حوالے سے ان کا یہ شعر دیکھیں:

کرو جھج ڈھرک تے مسلمانوں پکڑو
جو منہ کیتی ویندے حیا ہولے ہولے۔ 24

حیا جیسی غیر مرئی صفت اور جذبے کا ناراض ہو کر بھاگنا ایک زندہ انسان کی طرح ہے۔ایسے ہی گردش ایام کو آنے سے روکنا اور حساب لینے سے منع کرنا بھی بے مثال ہے۔

گردش ایام! بعد وچ گھن گھنیں ڈوڑا حساب
میڈے گھر مہمان ہن، ہالی نا آ، ڈو چار منٹ (25)

بد نصیبی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

بد نصیبی! تیڈا میڈا تعلق روز دا
کہیں دے آون دا تاں کر و نج کجھ حیا (26)

شاکر شجاع آبادی کی غزل کا ایک اور وصف عالمگیر حقیقتوں کی عکاسی ہے۔ان حقیقتوں کی طرح یہ شاعری بھی حقیقت کے قریب لگتی ہے اور امر ہو جاتی ہے۔جیسا کہ یہ حقیقت ہے کہ والدین کے نافرمان اس دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں اور ناہی آخرت میں فلاح پاتے ہیں۔شاکر اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ساری عمر پٹیندے راہندن
پٹے ہوئے پیو ماء دے لوک (27)

یہ بھی ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ فی زمانہ مادی ترقی اور ایجادات کی بھر مارنے انسان کے مادی وسائل بڑھائے ہیں۔ اکثر ممالک کی تجارت اور صنعت ترقی کی راہ پر لگ چکی ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ اخلاقی اقدار زوال پذیر ہوگئی ہیں۔ انسانوں کے درمیان اُنس اور خلوص گم ہوگیا ہے انسانیت کہیں کھو گئی ہے اور انسان سکون قلب سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔شاکر شجاع آباداس کااظہار یوں کرتے ہیں:

زمانہ اینجھا ترقی کر گئے،وپار ہوں ہے تے پیار گھٹ گے،

سکون مکدن آرام مکدن، جتھاں وی ایجھاوپار تھیوے۔[28]

یہ بھی ایک دائمی حقیقت ہے کہ انسان دوام تب پاتاہے جب وہ خود کو کسی بڑے مقصد کی خاطر فنا کردے۔

ایں فانی زندگی دے ہوندیں شاکر

فنا تھی کے بقاکوں ڈیکھ گھنسوں([29])

نظم ونثر میں ایسے حقائق اور معاملات کو پیش کرنا جن کا تعلق پوری دنیا کے ساتھ ہو آفاقیت کہلاتاہے۔ جس شاعر اور ادیب کے فن پارے میں یہ خاصیتیں ہوں آفاقیت کاحامل ہوگا۔([30])

حاصل کلام/خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شاعری صرف قافیہ،ردیف کی پابندی اور محض تک بندی کانام نہیں ہے بلکہ اسکے لازمی اجزاء میں شعری زبان،افکار وخیالات اور وزن کا ہونا بھی ضروری ہے اور اسکی خوبصورتی اور اثر انگیزی کے لئے شعری اصلاحات شعری روایات، علم بیان، صنائع وبدائع کا کم وبیش استعمال شاعر کو قبولیت عام بخشتاہے۔شاکر شجاع آبادی نے اپنی غزل میں ان کو بڑی خوبصورتی سے استعمال کیاہے تبھی انکی شاعری زبانِ زدعام ہوئی ہے۔

(References)

[1]. Muhammad Hayat khan, and Shamim Hayat, muratab, Naqd adab, Allied book centere, Urdu Bazar, Lahore, 2016, p:176

[2]. Muhammad Hayat khan and Shamim Hayat, muratab, Naqd o adab, p:117-118.

[3]. Gull Abass Awan, Jadeed Saraiki Shairi, Jhook Publishers, Multan, 2014, p: 191

[4]. Muhammad Hayat khan and Shamim Hayat, muratab, Naqd o adab, p:408

[5]. Gull Abass Awan, Jadeed Saraiki Shairi, p: 191

[6]. Muhammad Hayat khan and Shamim Hayat, muratab, Naqd o adab, p:111

[7]. Shakir Shuja Abadi, Peely Putr, Jhook Publishers, Multan, 2007, p:45

[8]. Shakir Shuja Abadi, Lahoo da Arq, Jhook Publishers, Multan, 2006, 3rd Edition, p:48

[9]. Shakir Shuja Abadi, Peely Putr, p:54

[10]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, Jhook Publishers, Multan, 2007, 2nd Eddition, p:75

[11]. Shakir Shuja Abadi, Lahoo da Arq, p:33

[12]. Shakir Shuja Abadi, Pata Lug Wendy, Jhook Publishers, Multan, 2013, 2nd Eddition, p:22
[13]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:56
[14]. Shakir Shuja Abadi, Lahoo da Arq, p:29
[15]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:117
[16]. Shakir Shuja Abadi, Buldiyan Hunjoon, Jhook Publishers, Multan, 2006, p:49
[17]. Shakir Shuja Abadi, Buldiyan Hunjoon, p:28
[18]. Shoukat Mughal, Pachera, Jhook Publishers, Multan, p:186
[19]. Shoukat Mughal, Pachera, Jhook Publishers, Multan, p:186
[20]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:49
[21]. Shakir Shuja Abadi, Shakir diyan Ghuzlan, Jhook Publishers, Multan, 2001, p:32
[22]. Muhammad Hayat khan and Shamim Hayat, muratab, Naqd o adab, p:159
[23]. Shakir Shuja Abadi, Peely Putr, Jhook Publishers, Multan, 2007, p:17
[24]. Shakir Shuja Abadi, Peely Putr, p:66
[25]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:98
[26]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:99
[27]. Shakir Shuja Abadi, Kalam Shakir, p:98
[28]. Shakir Shuja Abadi, Lahoo da Arq, Jhook Publishers, Multan, 2006, 3rd Edition, p:33
[29]. Shakir Shuja Abadi, Lahoo da Arq, p:19
[30]. Mohammad Ali khan, Asnaf Nazum o Nasar, Al Faisal Nashran w Tajran Kutub, Urdu Bazar, Lahore, 2016, p:38